# برداشت کی بھی ایک حد ہوتی ہے!

گورننس کے حوالے سے ملک کے ہر حصہ سے حد درجہ تشویش ناک واقعات کی خبریں آ رہی ہیں۔ ایسے معلوم پڑتا ہے کہ حکومت سمٹ کر رہ چکی ہے۔ انگریزوں کے دور کی ایک لفظی ترکیب ''لا اینڈ آرڈر''، یعنی امن و امان' دم توڑتا نظر آتا ہے۔ صرف ایک ریاستی ادارہ' جان ہتھیلی پر رکھ کر کام کرنے کی کوشش میں نظر آتا ہے۔ مگر سچ تو یہ ہے۔ کہ بگڑے ہوئے امن کو سنبھالنا مشکل سے مشکل تر ہو چکا ہے۔ ایک انسانی ردعمل تو یہ ہے کہ پاکستانی شہری سوچنا چھوڑ دیں۔ روز کی بنیاد پر پیش آنے والی حکومتی نااہلی کو اپنا مقدر سمجھ کر خاموش ہو جائیں۔ اس معاملہ میں کوئی سائنسی تحقیق تو میرے سامنے نہیں ہے۔ پر لگتا ایسا ہی ہے کہ پاکستانیوں کی اکثر تعداد اتنے زخم کھا چکی ہے۔ کہ آسمان کی طرف دیکھنے کے علاوہ ان کے پاس کوئی راستہ نہیں ہے۔ ان کی خاموش بددعائیں' کب رنگ لاتی ہیں۔ حالات کب درست سمت کی طرف گامزن ہونگے۔ قطعی طور پر کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ مگر انسان بہرحال' سوچنے کی قوت رکھتا ہے۔ شعور کی کس سطح پر ہے' اس کی کوئی کسوٹی نہیں ہے۔ اس کو پرکھنا بھی کافی مشکل ہے۔ مگر یہ بات تو طے ہے کہ ہمارے معاشرے میں سنجیدہ سوچ والے زندہ لوگ موجود ہیں۔ ان کی تعداد کم نہیں ہے۔ اکثر اوقات یہ فرمایا جاتا ہے کہ معاشرے میں باشعور لوگ کم ہوتے جا رہے ہیں۔ اس بات سے قطعاً اتفاق نہیں کرتا۔ جو فکری پختگی گزشتہ پانچ برس میں عام سطح پر دیکھنے میں آئی ہے۔ اسے نظر انداز کرنا مناسب نہیں ہے۔ قطعاً سیاست کی بات نہیں کر رہا۔ سادہ اور ٹھوس گزارش کر رہا ہوں۔ کہ صوبائی حکومتیں اور مرکزی حکومت' ملک میں امن قائم رکھنے میں بالکل ناکام ہو چکی ہیں۔ افواج پاکستان' دہشت گردی سے کامیابی سے لڑ رہی ہیں۔ مگر سویلین ادارے ہاتھ پاؤں چھوڑ کر بیٹھ چکے ہیں۔ چند واقعات ثبوت کے طور پر عرض کرنا چاہوں گا۔ کیونکہ' اگر صرف وزراء اعلیٰ سے پوچھا جائے' تو انہیں تو ہر طرف ہرا ہی ہرا نظر آئے گا۔ ان کے بیانات سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے' کہ صوبوں میں' کوئی حل طلب مسئلہ رہا ہی نہیں ہے۔ مگر یہ بیانیہ' حقیقت کے بالکل نزدیک نہیں ہے۔ اور ذرا سا کھرچ کر دیکھیں۔ تو عوام کی روح پر زخم ہی زخم نظر آئیں گے۔ جن سے اب خون ٹپکنا شروع ہو گیا ہے۔

بلوچستان پورے تین سال رہا ہوں۔ اس کا بیشتر حصہ' بڑے غور سے دیکھا ہے۔ کوئٹہ سے کراچی' اور کوئٹہ ہی سے لاہور' بذریعہ کار' ان گنت بار سفر کرنے کا اتفاق ہوا ہے۔ حفاظتی انتظامات کے بغیر' حد درجہ سکون والا سفر۔ کسی قسم کا کوئی مسئلہ درپیش نہیں آیا۔ مگر اب' بلوچستان کے لوگ ملتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ وہی سڑکیں' موت کے پھندے بن چکیں ہیں۔ دہشت گرد' ہر جگہ' کسی بھی وقت' ہر طرح کے ہدف کو نشانہ بنا سکتے ہیں۔ سویلین انتظامیہ ان کو کیفر کردار پہنچانے میں لیت و لعل سے کام لیتی ہے۔ بلوچستان کی انتظامیہ میں بہت قابل اور بہادر لوگ موجود ہیں۔ معلوم نہیں کہ ان سے کام لینے سے کیوں اجتناب برتا جا رہا ہے۔ عرض کر رہا ہوں کہ گزشتہ دنوں میں' ایک ویڈیو موصول ہوئی ہے۔ جس میں ''وڈ'' کے علاقے میں' قومی شاہراہ پر دہشت گردوں نے ٹریفک روک رکھی ہے۔ ایک کرین نما ہیوی مشینری سے پل کو توڑ رہے ہیں۔ ویڈیو سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں کسی قسم کا ڈر یا خوف نہیں ہے۔ نیشنل ہائی وے' جو کہ کوئٹہ اور کراچی کو آپس میں ملاتی ہے۔ اس پر ایک قومی اثاثہ کو توڑنا' اس امر کی دلیل ہے کہ وہاں کی مقامی انتظامیہ' اپنی ساکھ اور قوت کھو چکی ہے۔ صوبائی حکومت کے متعلق بھی یہی کہنا مناسب ہے کہ ان کی رٹ معدوم ہو چکی ہے۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ دہشت گرد' مبینہ طور پر چار پانچ گھنٹے اس ناپاک کارروائی میں مصروف کار رہے۔ لازم ہے کہ انہوں نے اس وقت راہ فرار اختیار کی ہوگی جب فوج حرکت میں آئی ہوگی۔ مگر افسوس تو اس بات کا ہے کہ لا اینڈ آرڈر' تو صریحاً سویلین انتظامیہ کی ذمہ داری ہے۔ رینجر اور پیرا ملٹری فورس کو استعمال کرنا ویسے بھی مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے مقامی انتظامیہ کی کمزوری نظر آتی ہے۔ لیویز اور پولیس' طالب علم کی دانست میں' اس قابل ہیں یا بنائے جا چکے ہیں کہ دہشت گردی کو مؤثر طور پر روک سکیں۔ مگر سمجھ نہیں آ رہی کہ بالآخر' چار پانچ گھنٹے' مین روڈ پر ٹریفک کو کیونکر روکا گیا۔ موقعہ پر دہشت گردوں کی سرکوبی کیوں نہیں کی گئی۔ اس نکتہ پر وزیر اعلیٰ بلوچستان کو ضرور کام کرنا چاہیے۔ انہیں طاقت ور حلقوں کی بھرپور حمایت حاصل ہے۔ تو پھر ایسے واقعات کا مسلسل ہوتے جانا' نااہلی یا بے حسی کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔

کے پی کی طرف نظر دوڑائیں' تو معاملہ حد درجہ تشویش ناک نظر آتا ہے۔ دہشت گردی سر عام ہو رہی ہے۔ وہاں بھی اس موذی مرض کا علاج' عسکری ادارے کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ وزیر اعلیٰ اور ان کی انتظامیہ کیا کر رہی ہے؟ ایک دہائی سے زائد' صرف ایک سیاسی جماعت کی مسلسل حکومت ہے۔ مگر کوئی ایسا شعبہ نظر نہیں آتا۔ جس میں جوہری بہتری آئی ہو۔ کے پی کی حد تک' اگر حکمران جماعت' بہتر کام کرنا چاہتی ہے' تو اسے روکنے یا منع کرنے والا کوئی فریق نہیں ہے۔ وہاں کی صوبائی حکومت کو بھی' کافی حد تک مقتدر حلقوں کی حمایت حاصل ہے۔ وہاں کی پولیس' بہرحال' قربانیاں دے رہی ہے۔ اور آئے دن' وہ دہشت گردوں کا مقابلہ کرتے ہوئے جام شہادت نوش کر رہے ہیں۔ مگر صحت' تعلیم' صاف پانی کی فراہمی اور دیگر حکومتی ذمہ داریاں کیوں بھرپور طریقے سے پوری نہیں کی جا رہیں؟ اس کی کوئی وجہ سامنے نظر نہیں آتی۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ کے پی کے وزیر اعلیٰ' اپنے صوبہ کو ایک رول ماڈل کی حیثیت سے پیش کرتے۔ لوگوں میں سرکاری سطح پر ممکنہ سہولتیں مہیا کرتے۔ مگر وہ معاملہ بھی چوپٹ نظر آ رہا ہے۔ یہ درست ہے کہ ان کی سیاسی جماعت' زیر عتاب ہے۔ مگر حکومت کی بنیادی ذمہ داریاں پوری کرنے سے تو صوبائی انتظامیہ کو کوئی روک نہیں رہا۔ طالب علم کے لئے' یہ ایک سوالیہ نشان ہے۔ وزیر اعلیٰ کے پی کو سنجیدگی سے' لوگوں کی خدمت کے کام کو اول گرداننا چاہیے۔ باقی سیاسی مسائل حد درجہ پیچیدہ ہیں۔ اور انہیں درست سمت میں چلنے میں وقت لگے گا۔

سندھ کے متعلق کوئی بات کرنا عبث ہے۔ وہاں حکومت نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ صوبائی حکومت کی مالیاتی بے ضابطگیوں کو مقتدر حلقے' کیوں برداشت کیے چلے جا رہے ہیں؟ حد درجہ تعجب کی بات ہے۔ سندھ کے وزیر اعلیٰ' وزراء' سرکاری عمال جس طرح لوگوں کے لئے مشکلات کا باعث ہیں۔ ان حقائق کو سب سمجھتے ہیں۔ مگر ان منفی لوگوں کی گوشمالی کیوں نہیں ہو رہی۔ سمجھ سے باہر ہے۔ زمینی حقائق یہ ہیں کہ سندھ کی حکمران جماعت' کسی طور پر لوگوں میں مقبول نہیں ہے۔ صرف ایک غیر جانبدارانہ چناؤ درکار ہے۔ اور یہ سیاسی گروہ' تاریخ کے کوڑے دان کی زینت بن جائے گا۔ کراچی جیسے عمدہ شہر کو' اس سیاسی جماعت کے رحم و کرم پر چھوڑے رکھنا' قطعاً ملکی مفاد میں نہیں ہے۔ اگر کسی سطح پر' بڑے شہروں کو مرکزی کنٹرول میں کرنے کی سوچ موجود ہے تو کراچی میں یہ کام سب سے پہلے ہونا چاہیے۔ کسی تعصب کے بغیر عرض کر رہا ہوں۔ ایک ملکی شان دار سیاسی جماعت کو' حد درجہ خوفناک گروہ کے ناجائز قبضہ میں دے دیا گیا ہے۔ اور اسے مسلسل برداشت کیا جا رہا ہے۔ اگر مرکزی انتظامیہ کا حل بھی کسی سیاسی مصلحت کے تحت ممکن نہیں ہے۔ تو موجودہ فیڈریشن کے صوبوں کو مزید صوبوں میں تقسیم کرنا بھی ایک حل نظر آتا ہے۔ کراچی اور دیہی سندھ میں کوئی قدر مشترک نہیں ہے۔ بہرحال طالب علم کی حیثیت سے عرض کر سکتا ہوں۔ فیصلے تو جنہوں نے کرنے ہیں۔ وہی کریں گے۔ پر لگتا ایسے ہی ہے کہ جان لیوا تاخیر ہو رہی ہے۔

پنجاب میں امن و امان تھوڑا سا بہتر ہے۔ مگر بتایا جا رہا ہے کہ جنوبی پنجاب کے چند اضلاع میں دہشت گردوں کی تعداد اور نقل و حرکت غیر معمولی حد تک بڑھ چکی ہے۔ صوبائی حکومت' اس معاملے کو حل کرنے میں اس سنجیدگی کا مظاہرہ نہیں کر رہی جو کرنا چاہیے۔ دو دن پہلے' غیر ملکی خواتین کے ساتھ' صوبائی دارالحکومت میں جو ظلم روا رکھا گیا ہے۔ ایک حد درجہ اہم مرکزی وزیر کے قریبی عزیز نے جو ادنیٰ حرکت کی ہے۔ اس کو انصاف سے حل کرنے پر معلوم پڑے گا۔ کہ قول اور فعل میں کتنا قریبی تعلق یا تضاد ہے؟ ابھی تک کے قرائن تو یہی ہیں کہ دو بیرونی حکومتوں کے سفارت خانوں کے سرکاری دباؤ پر' کچھ گرفتاریاں ہوئی ہیں۔ مگر حتمی طور پر کیا رویہ رکھا جاتا ہے اس پر صوبائی حکومت کی ساکھ کا انحصار ہے۔ یہ معاملہ صوبائی حکومت کی لٹیا ڈبو سکتا ہے؟

مجموعی طور پر' مقتدر حلقے' حد درجہ ناکام لوگوں کو تخت پر بٹھا چکے ہیں۔ سوال تو یہ ہے۔ کہ وہ یہ غیر ضروری بوجھ' کب تک برداشت کر پائیں گے؟ برداشت کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔